قیمت سالانہ ؏

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

نور افشاں

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

جلد ۵۴ | ہر ہفتہ بروز جمعہ لودیانہ سے شایع ہوتا ہے ۲۱ ستمبر ۱۹۱۷ء | نمبر ۳۸

گلدستہ احباب

انگلستان میں چاندی کی قلت کیوجہ سے پانچ شلنگ کے نوٹ جلد جاری ہونے والے ہیں

آسٹرو جرمن حکومت نے پولینڈ کو آزاد کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ مگر اصل اختیار انکا آسٹریوں اور جرمنوں کے ہاتھ رہیگا۔

۷ تاریخ کی رات کے گیارہ بجے اینی بیسینٹ اور اس کے رفقا آزاد کر دیئے گئے ہیں بلا کسی قسم کی شرط کے۔

ہر جہت سے مبارکبادی کی تاریں آرہی ہیں۔

میسور اور کرگ کی انجمن انڈین ایسوسی ایشن نے مسز اینی بیسنٹ اور اس کے رفقا کی رہائی پر احتجاجات کئے ہیں۔ اور گورنمنٹ ہند اور گورنمنٹ مدراس کے روبرو وہ اعتراضات پیش کئے گئے ہیں۔

کلکتہ کی کلایو سٹریٹ میں ایک دواساز کی دوکان میں ۱۸ کو آگ لگ گئی۔ اور تین اشخاص بری طرح جل گئے۔

لندن کی خبر ہے کہ جرمن کی شرائط صلح میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ بلجیم کو چھوڑ دینگے۔ مگر اتحادی ان شرائط پر اعتبار نہیں کرتے۔

کوبوگنے میں جرمن رکروٹنگ آفیسر ابرس کے لڑکوں کو والنٹیر بنا رہے ہیں۔

جنرل سمٹس نے حال ہی میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جرمن سوائے صلح کے اور کسی چیز کی انتظاری نہیں کرتے ہیں۔

آئندہ موسم سرما میں جرمن میں اوٹس فوجی گھوڑے اور جو انسان کھاکر گذارہ کرینگے فصل بالکل ناقص ہے۔

لندن کے ہوائی جہازوں کے کارخانوں میں سے ہوائی جہازوں کے نقشے چوری ہوگئے۔ ایک یونانی گرفتار ہے۔

فرانس میں چار جرمن جاسوس گرفتار ہوگئے ہیں

امریکہ نے سوائے جنگی مقاصد کے سب جگہ رسد رسانی کا کام بند کر دیا ہے۔

لودیانہ میں اس ہفتہ اس قدر بارش ہوئی کہ بہت سے مکانات گر گئے۔

جوٹ کی پیداوار میں امسال گذشتہ سال کی بہ نسبت پانچ لاکھ کے اضافہ کی توقع ہے۔

سکرٹری وائی ایم سی اے خبر دیتے ہیں کہ ڈاکٹر دھولا ناتھ آئی ایم ایس کو سی ایس آئی کا خطاب ملا۔ مبارک۔

واشنگٹن (امریکہ) میں حال ہی میں جاپانیوں اور حکام بالادست کی ایک کانفرنس ہوئی جس کا نتیجہ ہے کہ جاپانیز جہاز سازی

تار برقیات

ایک بم سے ۹۰۰ آدمی ہلاک ہوئے۔

لنڈن ۵ ستمبر۔ ماسٹرچ کا ایک اخبار ایک عجیب ذکر کرتا ہے۔ کہ جب ماہ اگست میں اتحادیوں کا ہوائی بیڑہ رورس پر یورش کر رہا تھا تو ایک بم پھینکا جو ایک گھر پر گرا جس میں جرمن بھرے ہوئے تھے۔ ۹۰۰ آدمی ہلاک ہو گئے۔

مغربی رزمگاہ۔

لنڈن ۱۷ ستمبر۔ کومبارز ایڈ کے جنوب میں ہم نے دشمن کی ایک یورش کو پسپا کر دیا۔ قطع دائرہ پیرس میں ہم نے خوب گولہ باری کی۔ دشمن کی گولہ باری سوائے لنز کے جنوب اور نیوپورٹ کے گرد و نواح میں بہت کم تھی۔ دشمن کے ہوائی جہازوں نے کل ہماری لائینوں کے پیچھے پچاس بم پھینکے مگر نقصان کم تھا۔ ہمارے ہوائی جہازوں نے ۴۳ بم کے گرانے دشمن کے ہوائی جہازوں پر اور ہزاروں مشین گن گولیاں متفرق مقامات میں سو فیٹ کی بلندی پر سے پھینکے اور دو ہزار پیادہ سپاہیوں کو منتشر کر دیا۔ ہم نے دشمن کے سات ہوائی جہاز نیچے اتار لئے اور چار بھگا دئے۔ ہمارے آٹھ جہاز نہیں ملتے۔

لنڈن ۱۷ ستمبر فرانسیسی مراسلہ مظہر ہے کہ سیوم کے دونوں کناروں پر خصوصاً پہاڑی نمبر ۳۴۴ اور کوریہ کے جنگل میں بڑی گولہ باری ہوتی رہی۔ ہمارے ہوا پروازوں نے سٹنگارٹ کے کارخانجات اسلحہ اور بارکوں پر کولمر میں ہوائی جہازوں کے سنیڈ پر لوچلباغ کے انبار خانوں پر مٹیز کے جنوب میں۔ فوجی قیامگاہوں پر اور ٹیانویل اور سربرگ کے ریلوے سٹیشنوں پر ۱۵ ٹن بم کے گولے پھینکے۔

جرمنی فوج میں آدمیوں کی کمی۔

لنڈن ۱۸ ستمبر۔ اخبار ٹیمیس کا ایک نامہ نگار مقیمی برطانوی محاذ دشمن کے سامان جنگ کی قلت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جرمن کے بعض حلقوں میں اس کی پلٹنوں کی کمپنیوں میں ۴۰ سے ۶۰ تک آدمی ہیں۔ اور اس قلت کی تلافی مشین گنوں کے اضافہ سے کیگئی ہے۔

جرمن کی کوشش صلح

لنڈن ۱۸ ستمبر۔ ہفتوں کی تیاری کے بعد جرمن نے پوپ کے نوٹ کا جواب دیتے ہوئے اپنی صلح کی نئی شرائط مشتہر کی ہیں۔ جواب کے خاص الفاظ تو ہنوز نامعلوم ہیں۔ مگر مختلف بیانات کے جگھٹے کے درمیان جرمن طبیعت اس جانب مائل نظر آتی ہے۔ کہ وہ بلجیم چھوڑ دیں۔ مگر اس شہرت کی صحت میں شکوک ہیں لیکن ایک جرمن بالادست حاکم نے اپنی ایک تازہ ترین تقریر میں کہا ہے۔ کہ بالضرور کسی قسم کی فتوحات نہ ہوگی وہ کہتا ہے کہ ہم صلح کی جانب لمبے لمبے قدم بڑھا رہے ہیں۔ اس وقت تمام باتیں اس امر کی جانب مائل ہیں کہ جرمن اپنی رعایا کو صلح کے لئے تیار کر رہا ہے۔ کیبعض جرمن اخبار جبرًا بند کر دیئے گئے ہیں۔ اتحادی اسباب پر اعتبار نہیں کرتے تاوقتیکہ قابل اعتبار ذریعہ سے معلوم نہ ہو۔ بعض کا خیال ہے کہ جرمن اپنے اس جواب کو جو اس نے پوپ کے نوٹ کا دیا ہے دیدہ دانستہ اس نے بلجئی رعایا کے اندر مشتہر کرایا ہے کہ اس مضمون پر پبلک کی رائے دریافت ہو جائے۔

کلکتہ میں قزاقوں کی گرفتاری

کلکتہ ۱۸ ستمبر۔ کچھ عرصہ سے مغربی بنگال میں ڈاکہ زنوں کا ایک جرگہ لوٹ مار کرتا پھر رہا تھا جس نے بردوان۔ بیربھوم۔ ہگلی۔ مرشد آباد اور بانکی پور کے اضلاع میں اکثر ڈاکے مارے تھے اس جرگہ میں ۳۵ آدمی شامل ہیں۔ اب پولیس نے انکو گرفتار کر لیا ہے۔ ان میں سے دو مخبر بن گئے دو کو بردوان کے سشن جج نے رہا کر دیا۔ باقی ماندہ میں سے سات کو تمام عمر کے لئے عبور دریائے شور کر دیا گیا۔ اور باقیوں کو چار سے دس برس تک کا جیلخانہ ہوا۔

لارڈ کچنر کی بہن مسز پارکر نے ہیسٹنگز میں ایک بازار کے افتتاح کے موقعہ پر کہا کہ اسے عوام کے اس یقین کیساتھ کہ لارڈ کچنر غرق ہو گیا تھا ہرگز یقین نہیں بلکہ اسے پختہ یقین ہے کہ وہ ابھی تک زندہ ہے اور واپس آ جائیگا۔ یہ پہلی دفعہ ہے کہ اس نے کھلے طور پر اپنی رائے کا اعلان کیا ہے لیکن جب سے ہمشائر غرق ہوا مسز پارکر یہ معلوم کرنیکی کوشش ہی کرتی رہی ہیں کہ انکے بھائی کو کیا حادثہ پیش آیا۔ کچھ عرصہ سے برطانیہ میں یہ عام افواہ پھیل رہی ہے کہ لارڈ کچنر ہمشائر کے ساتھ غرق نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ جرمنی میں قید ہیں لیکن اس افواہ کی سرکاری طور پر کسی وقت اور کسی طرح بھی تصدیق نہیں کیگئی۔ اخبار عام



ایڈیٹوریل نوٹس

مسیحیت اور اخلاق

(۲)

پس یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں۔ کہ انجیل جلیل میں بہت سے ایسے اخلاقی امور نہ ہوں۔ جن کا اعادہ صاف اور واضح الفاظ میں بصورت حکم نہ پایا جائے۔ مسیحی مذہب انسان کی مذہبی اور اخلاقی ترقی کی عین تاریخ ہی میں ہے یعنی جس کی بنا محض تصورات اور خیالات ہی نہیں بلکہ عین بنی نوع انسان کی تاریخ ہے۔ خدا کا کلام مجسم ہوا تھا وہ اپنے مجسم ہونے کے زمانہ سے پیشتر بھی خاموش نہیں تھا۔ بلکہ ہر زمانہ اور ملک اور قوم میں کارکن تھا کیونکہ وہ جہان کا نور تھا نہ کسی خاص قوم یا گروہ کا۔ خدا کی آواز یہودی ہی میں محدود نہ تھی۔ بلکہ اُس کی آواز زمین کی حدود تک گونجتی تھی۔ اور ایک رات دوسری رات کو معرفت بخشتی تھی انسان کی ضمیر نے ہر وقت اِس جہان کے نور سے ضیا پائی۔ اور جہاں کہ خداوند مسیح نے اپنے علم اخلاق کی بنا موسےٰ اور انبیا پر ڈالی ہے۔ وہاں اُس نے اپنی اخلاقی تعلیم کی بنیاد بنی آدم کے سچے اور راست اخلاق پر بھی قائم کی ہے۔ اُس نے انسان کے نور قلبی کو جو اُس کے اپنے (یعنی خداوند مسیح) ہی کے نور سے نورانی ہوا تھا۔ حقیر اور ناچیز نہیں جانا جس بات کی اُس نے انسان کو کافی روشنی بخش کر اپنے مجسم ہونے سے قبل تعلیم دی تھی۔ کچھ ضروری نہ تھا کہ وہی تعلیم وہ پھر اُنکو دیتا۔

اسی لئے جب وہ نسل انسانی سے اپنے احکام کی بزور اپیل کرتا ہے تو وہ ان سے ایسے طور پر مخاطب نہیں ہوتا کہ گویا وہ اجنبی اور غیر جنس ہیں۔ وہ اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ ہم اُس کی آواز کو فوراً پہچان لینگے اور پہچانیں گے کہ یہ وہی آواز ہے جو اپنے زمانہ تجسم سے پیشتر ہم سے گویا ہوئی۔ وہ قبول کرتا ہے کہ ہم اُس کے شاگرد ہیں۔ اور کہ جو نور ہمارے اندر ہے وہ وہی ہے جو اُس جہان کے نور نے ہمیں بخشا ہے۔ جو دنیا میں ہر ایک آنے والے کو روشن کرتا ہے۔ جو کچھ ہم نے اُس سے سیکھا ہے وہ ہمیں تیار کریگا کہ ہم اس کی اور تعلیم حاصل کریں۔ وہ ہماری ضمیر پر اعتبار کرتا ہے کہ ہم اُس کے اختیار کو مانیں گے اور اُس کی اطاعت کرینگے۔

لاریب اس کے بہت سے احکام ایسے ہیں جو عام اخلاقی اصولوں سے ارفع اور اوسع ہیں۔ اور جن کے لوگ قائل ہیں کہ اُن کا عملدرآمد انسان کی عام زندگی میں لازمی اور مفید ہے۔ چنانچہ اس کے پہاڑی وعظ میں ایسے بہت سے مقامات پائے جاتے ہیں۔ کہ جن پر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ باطل و ناقابل عمل ہیں۔ اور کہ بحیثیت اخلاقی استاد کے مسیح سے وہ احکام دیئے جانے بعید از قیاس ہیں۔ مگر ساتھ ہی اس کے یہ ایک عجوبہ ہے۔ کہ جو لوگ مسیح کے خدا کا بیٹا ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ وہ بھی اس کی اخلاقی تعلیم کو بڑی وقیع نظروں سے دیکھتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اس کے بہت سے احکام ایسے ہیں جو بڑے حیرت میں ڈالنے والے طرز اور صورت میں قصداً بیان کئے گئے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ اس طرز بیان کا یہ منشا نہ تھا کہ وہ لفظی طور پر ہماری چال چلن کا محض ایک قانون بن جائیں۔ کیونکہ اگر ان سے براہ راست انسان کی ضمیر اور دل سے اپیل کیگئی ہے۔ نہ کہ انسان کی مرضی سے۔ خداوند مسیح کا ہم پر پورا اختیار اور حق ہے اور اگر ہم دل سے اُس کی فرمانبرداری نہ کریں تو مسیحی اخلاق کے قاعدہ سے بعید ہے۔ مگر اس کے خاص احکام کا منشا اور مدعا یہ ہے کہ وہ اُن احکام کے ذریعہ سے ہمارے اخلاقی حس کو زندہ اور روشن کرے۔ چنانچہ رسول نے بھی اسی نظر سے بنی آدم کو دعوت عام دی ہے کہ "اے۔ تو جو سوتا ہے جاگ۔ اور مردوں میں سے اُٹھ کہ مسیح تجھے روشن کریگا۔" مگر اُن سے اس کا یہ مقصود نہیں ہے کہ وہ ہماری ہدایت کے لئے خاص ہدایات عطا فرمائے۔ یہ ناممکن کہ ہم اُن احکام کو ایسا ہی مانیں اور ایسا ہی اُس کے مطابق عملدرآمد کریں۔ جیساکہ یہودی ربیوں نے عہد عتیق کے احکام کی بال کی کھال اُکھاڑی۔ اور ایسا بھاری بھاری بوجھ باندھکر یہودیوں کے کاندھوں پر رکھدیا تھا۔ جن کو نہ وہ اُٹھا سکتے تھے اور نہ اُن کے باپ دادے۔

اب ہم اپنے اوپر کے بیان کی مزید توضیح اور تشریح کے لئے چند ایک مثالیں عہد نامہ سے اقتباس کرتے ہیں۔ مثلاً خداوند نے فرمایا ہے۔ "کہ مال اپنے واسطے زمین پر نہ جمع کرو۔" اگر اس حکم کا منشا یہی ہے کہ ہم اس کو لفظی طور پر سمجھیں اور ویسا ہی اُس پر عمل کریں تو ظاہر ہے کہ کسان اپنی ساری فصل بلاتکلف غیروں کو دیدے یا برباد ہونے کے لئے مویشیوں کے حوالے کردے یا دولتمند اپنے مال و زر کو یونہی اڑا دے۔ اور نہ اپنے خاندان کے لئے یا وطن کی پرورش کے واسطے کچھ فکر کرے۔ ایسا کرنے سے اُس کی ساری محنت کا کیا فائدہ۔ اگر وہ اناج سنبھالکر

نہ رکھے اور اُس کو باقاعدہ فروخت کرکے زراعت کی تمام ضروریات مہیا نہ کرے اور اُس کو اپنے جسم کی پرورش اور حفاظت کے لئے اور وقت بوقت کام میں لانے کے لئے بحفاظت نہ رکھے تو دنیا کی پرورش کیسے ہو اور سارا کام کیسے چلے۔

اسی طرح خداوند کا فرمان ہے کہ "جو تیری دہنی گال پر طمانچہ مارے تو دوسری بھی اُس کی طرف پھیر دے۔" اس حکم پر بھی ہم لفظی طور پر عمل پیرا ہوں تو نتیجہ کیا ہوگا۔ یہ کہ اشرار اپنی شرارت پر اور بھی حوصلہ مند ہو کر آمادہ غیظ و غضب ہو جائینگے پھر فرمایا ہے کہ "جو کوئی تجھ سے مانگے اُسے دے۔ اور جو کوئی تجھ سے مستعار لے اُس سے منہ نہ موڑ" لیکن جب ہم خداوند کے اس حکم پر غور کرتے ہیں کہ "تو اپنے پڑوسی کو اپنے جیسا پیار کر۔" تو مذکورہ بالا حکم کو ہم اپنے عمل کا معین قانون بنانے کے ناقابل ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ہم بعض اوقات اپنے پڑوسی کو اور زیادہ نقصان پہونچانے کے خطرہ میں پڑ جاتے ہیں اور خداوند کے اس حکم سے نافرمانی کرتے ہیں۔ کہ "تو اپنے پڑوسی کو اپنی مانند پیار کر۔" پس ظاہر ہے کہ خداوند مسیح کا یہ طرز بیان خاص ہے اور اس کا مدعا و منشا بھی خاص ہے عام نہیں۔ ایسے احکام ہیں جو ہماری مرضی سے اپیل نہیں کرتا۔ بلکہ ہمارے دل اور نیت سے اپیل کرتا ہے۔ اور ہم کو ظاہر سے باطن کیجانب لے جاتا ہے۔ اگر ہم ان احکام کو جیسا کہ وہ مرقوم ہیں ویسا ہی لفظی طور پر سمجھیں اور ان کو اپنے چال وچلن کا قانون بنالیں تو اُن پر عمل کرنا آسان نہیں بلکہ اور زیادہ مشکل ہو جائیگا۔ اس سے تو گویا یہ ثابت ہوگیا۔ کہ جن احکام کا منشا یہ ہے کہ وہ ہماری اندرونی زندگی کا قانون بنجائیں اُنکو ہم صرف ظاہری اصول قرار دیتے ہیں۔ اور پھر اُس کو صرف ظاہری عملی صورت دیتے ہیں۔ اور خواہ کیسا ہی خراب اور نقصان دہ ہو۔

روس میں جمہوریت قایم ہوگئی ہے

روس میں اب جمہوری سلطنت پختہ طور پر قایم ہوگئی ہے۔ اور توقع ہے کہ اب ملک کے تمام فریق اور گروہیں ملکر ملک کے اندرونی جھگڑوں کا قطعی فیصلہ کردینگے اور فوج کی جنگی قابلیت کو گورنمنٹ اعلان کے مطابق عملدرآمد کرنے کے قابل بنادینگے۔ اور یہ بھی طمانیت بخش امر ہے کہ روسی گورنمنٹ جنرل کارنیلاف کے خلاف انتقامانہ برتاؤ کرنا نہیں چاہتی بلکہ اس کو اپنی پشتی میں نجات بہم پہنچانے میں فراخدلی سے کام لینے پر تیار ہے۔ نئی وزارت جو روس میں بن گئی ہے وہ ہر طرح سے ملک میں امن اور قاعدہ قایم کرنے اور فوج میں نئی جنگی طبیعت اور روح پھونک دینے کی جانب بڑی کوشاں اور ساعی ہے۔ اگر چند سے یہی صورت رہی تو امید واثق ہے کہ روس کے دن بہت جلد پھر جائیں گے۔ اور دشمن کو ناکامی اور ہزیمت کا سامنا کرنا پڑیگا۔

بحری سرنگوں کی ناکہ بندی کا اثر جرمنی پر

نیو یارک ٹائمز کا نامہ نگار مقیم برن مخبر ہے کہ چونکہ امریکہ نے غیر جانبداروں سے مال کی درآمد و برآمد بند کردی ہے۔ اس لئے جرمنی میں اس کا خاص اثر محسوس ہو رہا ہے ایک جرمنی اخبار کہتا ہے کہ بحری ناکہ بندی کا ویسا ہی سخت اثر جرمنی پر ہوا ہے جیسا انگلستان پر۔ یہی اخبار اس امر کی شکایت کرتا ہے۔ کہ غیر جانبداروں کو خوراک اور اشیاء خام بہت ہی کم ملتی ہیں۔ اس لئے وہ بھی جرمنی میں مال بھیجنے پر بہت کم مائل ہیں۔ جرمنی کا دارومدار غیر جانبداروں کی امداد پر ہے۔ یہی نامہ نگار سوٹزرلینڈ کے ایک باشندے کا جو شمالی جرمنی میں رہتا ہے ایک خط کا اقتباس یوں پیش کرتا ہے کہ

یہاں بڑی مصیبت۔ اور خوراک پوشاک اور جوتوں کی بڑی قلت ہے لیکن خصوصاً خوراک کی بجائے دیگر اشیاء پر گذارہ کرتے ہیں۔ ساری چیزیں منطبع کرلی گئی ہیں۔ مستورات باوجود سخت سرکاری ممانعت کے ماتمی لباس پہنے پھرتی ہیں ہر جگہ زخمی سپاہیوں کی بھرمار ہے۔ سب جگہ ملازم لڑکیاں اور مستورات۔ خصوصاً جنگی مقتولین کی بیوگان ہیں۔

جرمن کیوں صلح کا خواہشمند ہے

واشنگٹن امریکہ سے ایک واقف کار لاہور کے سول اینڈ ملٹری گزٹ میں ایک تار دیتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قابل اعتبار غیر جانبدار ماخذ سے خبر دیتا ہے۔ کہ جرمنی اس لئے صلح پر زور دیتا ہے کہ اسے تین قسم کی مشکلات کا سامنا آکر پڑا ہے۔ یعنی آدمیوں کی کمی مال کی درآمد و برآمد کی ناکامی۔ اور آئندہ وتوسیع میں آنے والا دیوالا۔ ریلوے کی تجارت بس اور اس کی بناوٹ وغیرہ میں سخت نقصان واقع ہوگا۔ اس لئے ان کی مرمت وغیرہ میں ۴۰ سال سے زیادہ عمر کے قابل آدمی نہیں ملتے۔

آسٹریا۔ ہنگری۔ بلغاریہ اور ٹرکی سے روپیہ کی سخت مانگ ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے خود جرمنی کو روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔ ان وجوہات سے جرمنی کی مالی حالت مایوسانہ ہے جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ جرمنی کا بہت جلد دیوالا نکلجانے والا ہے۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ہمارے بھائی جناب پادری واعظ صاحب نے غزل الغزلات پر مضمون لکھتے ہوئے ایک آیت کی تفسیر پر اپنے خیالات ظاہر کئے تھے جس کی مخالفت مسٹر فرزندالدین صاحب نے لاہور سے کی۔ اب تیسرا مضمون مسٹر مذکور کی رائے کی مخالفت میں ہے۔ ایک اور مضمون ہمارے پاس موجود ہے اور ان تینوں صاحبان کی رایوں سے اختلاف رکھتا ہے۔ ممکن ہے کہ اور بھی ایسے ہی مختلف رایوں کے مضامین موصول ہوں۔ اس صورت میں تو یہی کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس فضول سلسلہ کو بند کردیا جاوے۔ پادری واعظ صاحب کا اور نہ ہی ہمارا یہ منشا تھا اور نہ ہی یہ توقع تھی کہ یہ معاملہ ایسا طول پکڑ جائے گا۔ اور وہ بھی لاحاصل محض تو تو میں میں۔ اس لئے ہم اپنے ناظرین سے التجا کرتے ہیں کہ اس بحث پر نہ تو ہمارے مذکورہ بالا مہربان اور نہ ہی کوئی اور صاحب کچھ لکھنے کی زحمت اٹھائیں۔

ایک قاتل رہا ہو گیا

لنڈن کے اندر حال ہی میں قتل کے ایک مقدمہ کا فیصلہ ہوا ہے۔ جس میں قاتل باوجود اقبالی جرم ہونے کے رہا کردیا گیا۔ حالات مقدمہ یہ ہیں کہ جرسٹ کے ایک دولتمند سوداگر نے ایک روسی پر جو جرمن جاسوس ہونے کا مشتبہ تھا گولی مار کر اس کا کام تمام کردیا۔ اس شبہ پر کہ جب ملزم فرانس میں تھا تو مقتول اس کی بیوی کے ساتھ ناجائز تعلق رکھتا تھا۔ ملزم نے گھر واپس آتے ہی پہلے تو اسے زدوکوب کیا اور پھر بندوق کا نشانہ بنادیا۔ اور خود ہی اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کردیا۔ مقدمہ بالاخر عدالت میں پیش ہوا۔ ملزم اپنی زوجہ کی عصمت کی حمایت کرتا تھا مگر عورت نے عدالت کے روبرو اپنی بے وفائی کا صاف صاف اقبال کیا۔ اس امر کا ثبوت بہم پہنچایا گیا کہ مقتول نے ایک بھری ہوئی بندوق اپنی میز کی دراز میں رکھی ہوئی تھی۔ عدالت نے اور ملزم کے وکیل نے کہا کہ ملزم نے جو واقعات کا بیان دیا وہ اس کی حمایت میں ہے اور کہ اس نے اپنی بیوی کی عزت کی حفاظت کی۔ عدالت نے ملزم کو بری کردیا۔

پنجاب نے اس جنگ میں کتنا حصہ لیا

امپیریل لیجس لیٹو کونسل کی ۱۲ ستمبر کو شملہ میں ہوئی۔ اس میں پنجاب کے نواب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر ودام اقبالہٗ نے تقریر کرتے ہوئے ان تمام پہلوؤں پر بڑی عمیق نظر ڈالی جو پنجاب نے اس تین سال کے جنگ کے ایام میں اختیار کئے۔ اور تمام صوبوں کی بہ نسبت پنجاب کا ہر پہلو سے اول درجہ بیان فرمایا۔ اس کا خلاصہ ناظرین کی واقفیت اور دلچسپی کے لئے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

چنانچہ فرمایا کہ اس ستر سال کے عرصہ میں پنجاب اپنی نہایت گری ہوئی اور مفلس حالت سے ترقی کرکے اب سلطنت کا ایک نہایت ترقی یافتہ اور کامیاب صوبہ بن گیا۔ غدر کے ایام میں ہندوستان کو پنجاب ہی نے بچایا۔ اور موجودہ جنگ میں عمدہ عمدہ نتائج منفعت ہستی پر ظاہر کئے جو نہ صرف ہندوستان ہی کے لئے بلکہ برٹش سلطنت کے لئے شاندار ہیں۔

ہندوستان میں جس قدر ہندوستانی رنگروٹ بھرتی ہوئے ہیں۔ ان میں سے ساٹھ فیصدی پنجاب نے مہیا کئے۔ کل ۲۷۶۰۰۰ آدمیوں میں سے جو ہندوستان سے بھرتی ہوئے اور جو اب میدان جنگ میں لڑائی کر رہے ہیں گذشتہ تین سال کے عرصہ میں ۱۵۵۰۰۰ سے کم یعنی قریباً ۶۰ فیصدی سے کم نہیں ہیں۔ جو پنجاب میں سے بھرتی ہوئے۔ ان کی تفصیل یہ ہے کہ محمدی ۷۰۰۰ پنجابی محمدی ۱۰۰۰ ہندوستانی محمدی ۸۰۰۰ پٹھان ۱۰۰۰ کشمیری ۱۰۰۰ سکھ ۴۳۰۰۰ یہ تعداد کل ہندوستان کی آبادی کا $\frac{1}{14}$ ہے مگر جنگی طاقت $\frac{1}{2}$ ہے ہندو ۴۱۰۰۰ جاٹ ۱۶۰۰۰ ڈوگرے ۱۳۰۰۰ اہیر ۵۰۰۰ راجپوت ۲۵۰۰ گوجر ۲۵۰۰ برہمن ۲۰۰۰ ہندوستانی عیسائی ۱۰۰۰ ان میں وہ فوجیں شامل نہیں ہیں۔ جو پنجاب کی دیسی ریاستوں نے میدان جنگ میں بھیجی ہیں۔ پٹیالہ۔ جنید اور کپورتھلہ کے مہاراجگان۔ سرمور اور فریدکوٹ کے راجگان۔ بہاولپور اور مالیر کوٹلہ کے نوابوں نے پیدل اور مسلح فوجیں متفرق محاذ پر بھیجی ہیں۔ جو اپنے اور اپنی اپنی ریاستوں کے لئے نام پیدا کر رہی ہیں۔ یہ وہ کچھ ہو جو ہم نے اسوقت تک پنجاب میں کیا

اشتہار

تخم ترکاری۔ پھول اور پھل پھول کے پودے مطلوب ہوں تو مسٹر این ہیمنس سپرنٹنڈنٹ امپیریل فروٹ گارڈن آفس سہارنپور سے فہرست طلب کیجئے۔



الوداعی جلسہ

جناب ڈاکٹر ولیم جان صاحب نسب اسسٹنٹ سرجن افغان میڈیکل مشن بنوں نے پندرہ سال خدمت کرنے کے بعد حب وطن سے مجبور ہو کر استعفےٰ دے کر اپنی زادبوم کی طرف چلنے کا قصد کر لیا۔ جونہی یہ سنسنی خیز خبر لوگوں نے سنی تو حیران و ششدر رہ گئے۔ مگر اس خیال نے کہ اگر اُن کی پندرہ سالہ خدمات و نیک زندگی اور حسن سلوک کا اعتراف نہ کیا جائے تو کفر ہوگا۔ لہذا فوراً میڈیکل ورکرس و مسیحی جماعت اور پنل ہائی سکول بنوں کے سٹاف نے مناسب سمجھا کہ سب کی طرف سے ایک اڈریس ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمت میں پیش کیا جاوے۔ اور ایک پریزیڈنٹ بطور یادگار پیش خدمت کیا جاوے۔ لہذا جیسے ہی جناب پادری ایم ای ورگرم صاحب بہادر پرنسپل پنل ہائی سکول و سپرنٹنڈنٹ مشنری (آنریری) سی۔ ایم۔ ایس بنوں کی خدمت میں یہ تحریک پیش کی گئی۔ تو صاحب اور جنابہ مسز ورگرم صاحب ایم۔ ڈی (آنریری لیڈی ڈاکٹر انچارج) نے اس پراپیٹ ہوم دینی سے اور بھی ہمت افزائی فرمائی۔ لہذا تاریخ ۱۲ ستمبر ۱۹۱۶ء بروز بدھ بوقت چھ بجے شام جمیع صاحبان جناب مسٹر و مسز ورگرم صاحب کے بنگلے پر جمع ہوئے۔ اور وہاں سوڈا۔ لیمونیڈ و چھل پھلاری وغیرہ سے تواضع کی گئی۔ بعدازاں جناب پادری صاحب موصوف نے چند کلمات ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمات کے اعتراف میں فرمائے۔ بعدازاں سینیر ماسٹر صاحب مسٹر عطار دبی۔ اے نے اڈریس پڑھا۔ بعدازاں مولوی اے۔ جی ہملٹن صاحب ایم۔ اے نے تقریر کی جس میں

مولوی صاحب نے بتایا کہ ہم ڈاکٹر ولیم جانصاحب کی زندگی پر جس پہلو سے نظر کریں۔ اُسی پہلو سے اُن کی زندگی وہی تعریف اور قابل تقلید نظر آتی ہے۔ اگر ہم بحیثیت ماتحت کے ڈاکٹر صاحب موصوف کو دیکھیں تو وہ اعلےٰ درجے کے فرمانبردار۔ مطیع اور بے زبان تھے۔ اگر بحیثیت افسر کے نظر کریں۔ تو وہ اعلےٰ درجے کے مہربان۔ فیاض و چشم پوش اور بہی خواہ دکھائی دیتے تھے۔ اور اگر بحیثیت طبیعت کے دیکھیں تو اعلےٰ درجے کے ہمدرد۔ خوش خُلق اور مریضوں کی دلدہی کرنے والے اور اُن کی درخواستوں کو تا بمقدور ماننے والے تھے۔ اور اگر بحیثیت مسیحیت کے نظر کریں تو اُن کی عبادت کی حاضری گرجے کی پر مطالب وعظ بازار کی منادی۔ برادرانہ سلوک پاکیزہ زندگی وغیرہ ثابت کرتی ہے۔ کہ وہ قابل تعریف شخص تھے۔ اور اگر بحیثیت رعیت کے دیکھا جاوے تو وہ تاج برطانیہ کے ایک زبردست جان نثار تھے۔ اُن کی اُن تھکا خدمات نے جو وزیرستان۔ (اکسپیڈیشن) کے ایام میں شب و روز کیں۔ اُن سے ثابت کر دیا۔ کہ وہ واقعی ایک جان نثار ہیں لہذا ایسے بہر صفت موصوف شخص کو الوداع کہتے ہوئے جو کچھ ہم پر گزر رہا ہے وہ ظاہر ہے۔ اب ہم خدا باپ کی پناہ میں اُنکو معہ عیال و اطفال سونپتے ہیں اور آپ کی آئندہ کامیابیوں کے لئے دست بدعا ہیں۔ اس کے بعد جناب پادری صاحب موصوف نے اڈریس پڑھا اور پریزیڈنٹ ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمت میں نذر کرکے دعا کی۔ اور جلسہ برخاست ہوا۔ دوسرے روز تمام میڈیکل ورکرس اور مسیحی برادران نے ریلوے سٹیشن تک رفاقت کی۔ خدا باپ سے دعا ہے کہ خدا اُنکو شادمان اور رکھے۔ آمین راقم شیخ الہٰی بخش سکرٹری اسسٹنٹ کیشئیر سی۔ ایم۔ ایس۔ بنوں۔

حالاتِ تبت

گذشتہ سے پیوستہ

میں نے درخواست کی کہ تپ سے کوئی صاحب میرے ساتھ جائیں۔ لیکن جواب ملا کہ "اجازت اور فرصت نہیں"۔ خیر میں خدمت وغیرہ کے دیگر حالات چھوڑ کر چند صاحبان کی فرمائش کے مطابق ناظرین کی دلچسپی کے لئے تبت کے حالات تحریر کرتا ہوں۔

دلائی لاما کی پیشینگوئی۔ ایک شخص جو تبت کے دار الخلافہ لاسا کی طرف سے آیا تھا۔ اُس نے کہا کہ دلائی لاما نے جو تبت کا سب سے بڑا دینی و دنیاوی حاکم ہے پیشینگوئی کی ہے کہ کل تبت عیسائی ہو جائیگا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد پھر وہ مذہب کو اختیار کریگا۔ دلائی لاما نے مسیحی مذہب کی قدرت کو معلوم کیا ہے۔ اور یہ بھی کہ لوگ مسیحی مذہب کی کتابوں کو بہت پسند کرتے ہیں۔ خدا کرے کہ وہ دن جلد آوے جب تبت کے کل باشندے اس پیشینگوئی کے مطابق خدا پر ایمان لاکر حیات ابدی کے وارث ہو جائیں۔

ٹاشی لاما۔ یہ دلائی سے دوسرے درجہ پر ہے۔ لیکن اب اس کی عزت دلائی لاما سے بھی بڑھ کر ہے۔ لوگ اس کو "لاما کنچک" یعنے خدا مانتے ہیں۔ دلائی لاما کی قدر۔ اس وجہ سے تبت میں کم ہو گئی کہ جب انگریزوں سے اور پھر چینیوں سے لڑائی ہوئی تو یہ ڈر کر لاسا سے بھاگ گیا تھا۔ اب لوگ ٹاشی لاما کو قادر مطلق علیم کل اور ہمہ جا حاضر مانتے ہیں۔ اس کا عام لقب "چنچن رنپوچے" ہے۔ (باقی دارد)

فقیر حقیر سندر سنگھ۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے ورنہ عدم تعمیل شکایت معاف۔ مینیجر۔

ہوم رول یا سوراجیہ

ہم پر الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ ہم مسیحی برادران وطن کے ساتھ ملکر ہوم رول کے شور و شر میں شریک نہیں ہوتے۔ ناظرین جانتے ہیں کہ میں ایک آزاد طبیعت ہوں اور سب سے ملکر رہنے والا۔ اور وطن کو پیار کرنے والا۔ وطنیت کا دلدادہ۔ اور ہندوستانیت کا شیدا۔ اگر میں ہوم رول کا مخالف ہوں تو قوم کا بدخواہ اور اپنی بھلائی کا دشمن ٹھہرونگا۔ میں تو ہوم رول کا ایسا چاہنے والا ہوں کہ جس قیمت کو بھی مل سکے اُس کے لینے کو تیار ہوں۔ اور نہ صرف میں بلکہ میرے تمام مسیحی بھائی۔ اور ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اگر ہوم رول کل سویرے ملتا ہے تو آج ہی ملجائے۔

حضرت سلیمان فرماتے ہیں۔ کہ ہر ایک کام کا ایک وقت ہے۔ کیا وقت آگیا ہے کہ ہندوستانیوں کو ہوم رول ملجاوے۔ کیا ہندوستانی ظرف ہوم رول کی دولت کو سنبھال سکیگا۔ کیا ہم اس لائق ہو گئے ہیں کہ اپنے نفع نقصان کو سمجھ سکیں۔ کیا ہمارے اندر سب کے بھلے کی یکساں محبت پیدا ہو گئی ہے۔ کیا ہندوستان کے تمام مذاہب ہماری نظر میں یکساں عزت کے لائق ہیں۔ کیا ہمارا ہوم رول آزادی کیساتھ سب سے یکساں سلوک کریگا۔ مجھے یقین ہے کہ نئی روشنی کے دلدادہ چند میاں موٹی آنکھوں سے ہاں میں جواب دیں گے۔ اے برادران وطن اگر ایسا ہے تو مبارک ہو۔ مگر میں بحیثیت ہندوستانی ہونے کے پوچھنے کا حقدار ہوں کہ کیا یہ سچ ہے؟

اگر سچ ہے تو یہ جگہ جگہ دسہرے اور محرم کے انتظام کی کمیٹیاں کیوں قایم ہو رہی ہیں۔ اور کیوں اخبارات میں شور مچا ہوا ہے کہ ہندو مسلمان مل کر جلدی انتظام کریں تاکہ خیر و خوبی سے یہ تیوہار گذر جاویں۔ اگر ہم آپس میں ایک ہو گئے ہیں تو کون کسی کا مزاحم ہوگا۔ پہلو بہ پہلو دسہرہ اور محرم کو سربازار آنے دو۔ ایک طرف حسین کا ماتم۔ دوسری طرف دسہرہ کا ناچ۔ مالک سائیں وادتے کوئی رووے کوئی ہنسے۔ کیا اب وقت ہے کہ اگر تعزیہ ہندوؤں کے محلہ سے گذرے اور راہ میں پیپل کا درخت ہے جس کے سبب تعزیہ گذر نہیں سکتا۔ تو ہندو خود اپنے ہاتھ سے پیپل کا درخت برادران وطن کی خاطر کاٹ دیں گے۔ کیا محرم کا دُلدُل اور رام کی سواری پہلو بہ پہلو بازار سے گذرجائیں گے۔ کیا اب وقت ہے کہ مسجد کے سامنے سے سنکھ بجتا چلا جاوے۔ تو نماز تقضا نہ ہوگی۔ یا ٹھاکر دوارے کے سامنے اذان دیجاوے تو ٹھاکروں کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اور اُن کی نیند میں خلل تو نہ واقع ہوگا۔ کیا اب وقت ہے کہ ہر ایک کو مذہبی آزادی ہوگی۔ مشن سکولوں میں انجیل پڑہائی جائے گی۔ اور ہوم گورنمنٹ گرانٹ دیگی۔ اور اگر کوئی ہندو یا مسلمان جوان مشن سکول سے مسیحی ہوگا تو مشن سکول کی خدمت کی قدر کیجاوے گی۔ اور اُس کی خدمت کے صلہ میں اُس کے گرانٹ میں ترقی ہوگی۔ میرا مطلب ترقی معکوس سے نہیں ہے۔ (جو ناظرین کے دماغ میں ہے) کیا اگر آریہ مسلمان ہوگا۔ یا مسلمان آریہ ہوگا تو خوشی سے برادران وطن بغلگیر ہونگے۔ کیا جیسا یورپ میں ہے کہ عورت مرد کو آزادی ہو ویسے ہی ہوم رول میں کوئی ایسی دفعہ ہوگی جس سے اگر کوئی مسلمان ہندو بیوہ یا کنواری سے شادی کرے تو کوئی ہرج نہیں۔ ویسے ہی کوئی ہندو مسلمان عورت سے۔ کیا جس طرح اے برادران وطن آپ نے ایک آزاد عورت کو جس نے اپنا خاوند چھوڑ دیا اپنا لیڈر مقرر کر لیا ہے۔ اور اپنی کانگرس کا پریذیڈنٹ بنایا ہے۔ آپ اپنی بہو بیٹیوں کو کانگرس کے منڈوے میں جو کہ ہوم رول یا سوراجیہ کی ایجنٹ ہے۔ آنے کی اجازت دینگے؟ کیا آئندہ آپ کے برادر مکان بنایا کرینگے۔ جس میں باہر کی تازہ ہوا جا سکے۔ کیا ہوم رول والے مذہب اور ذات پات کا خیال چھوڑ کر ہر ایک کو اُس کی لیاقت کے مطابق خواہ مسلمان ہو یا ہندو مسیحی ہو یا بھنگی برہمن ہو یا چمار نگی عہدے اور درجے دینگے۔ کیا ایک ہندو کے مقابلہ پر بلحاظ لیاقت ایک مسیحی کو ترجیح دیجاوے گی۔ کیا میونسپل کمیٹیوں میں ہندو مسلمان کسی لائق مسیحی کو ممبر چن لیا کرینگے؟

برادران وطن۔ آپ خواہمخواہ مسیحیوں کو بُرا بھلا کہہ رہے ہیں۔ اور اخبارات میں شور مچا رہے ہیں اور ہم کو دشمن وطن سمجھتے ہیں۔ کون ہندو مسلمان ہوم رول کا لیڈر میرے سوالوں کا ہاں میں جواب دے سکتا ہے؟ تو مسیحی بے وقوف ہیں جو خواہمخواہ آپ کے اس رول یعنے ہوم رول سے سترزدہ ہیں۔ ہم اپنی مہربان گورنمنٹ سے با ادب فرمانبرداری سے مانگتے ہیں کہ ہم کو وہ دو جس کے ہم لائق ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ خدا گنجے کو ناخن دے۔ اور وہ اپنے سر کو لہولہان کرے۔ جو یقیناً ہوم رول والے کر کے دکھاوینگے۔

میرے مسیحی بھائیو جو کچھ ہندو مسلمان ہمارے ساتھ سلوک کر رہے ہیں۔ اُس کا خیال کر کے اُن کے اس خام خیال میں شریک نہ ہونا۔ ایسا نہ ہو کہ جس طرح ہندو برادران نے مسلمانوں کو سوراجیہ کے سبز باغ دکھا کر اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ آپ کو بھی اسی دھوکے میں ماریں۔ آپ تو جانتے ہیں کہ ابھی اس پھل کے کھانے کا وقت نہیں آیا۔ کیونکہ جس دن تو اُسے کھائے گا ضرور مریگا۔

راقم۔ واعظ چک نمبر ۲۴۲

نور افشاں کیلئے نئے خریدار ہو کر مشکور فرمائیے۔

بغداد

افسوس ہے کہ بوجہ بیماری بہت دنوں سے میں کچھ نہیں لکھ سکا۔ اب کچھ افاقہ ہوا ہے تو قلم پکڑا ہے۔ خدا مدد کرے تو اب گاہے گاہے خدمت کو حاضر ہوں گا۔

چونکہ ہمارے پنجابی اور ہندوستانی مسیحی بھائی فوج میں بھرتی ہو کر اور دوسرے کاموں پر مسوپتامیہ کو گئے ہوئے ہیں۔ اُن کی دینی خدمت کے واسطے دو دیسی اور ایک انگریز پادری وہاں گئے ہوئے ہیں۔ ہندوستان سے پادری اسرائیل۔ پنجاب سے پادری وارث الدین صاحب اور انگریز مشنری پادری فرنچ صاحب یہ تینوں صاحب مسوپتامیہ میں انڈین ملٹری چیپلین ہیں۔ پادری وارث الدین صاحب اس وقت بغداد میں ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ بغداد اور بصرہ بالکل پنجاب معلوم ہوتا ہے کیونکہ عام طور پر ہندوستانی اور پنجابی پھرتے نظر آتے ہیں۔ بہت مسیحی ہیں۔ کم سے کم دو پادریوں کا کام یہاں ہے ۳ موجود ہیں ۲ اور چاہئیں۔ مجھے امید ہے کہ اور بھی جانے کو تیار ہو جائینگے۔ کیونکہ بغداد بہت خوبصورت جگہ ہے۔ اور اب گورنمنٹ انگریزی کے ماتحت ہے خدا چاہے تو چند روز میں بالکل کلکتہ یا بمبئی کی طرح ہو جاسے گا۔ پادری وارث الدین نے ذرا سا حال وہاں کا لکھا ہے سو ہدیہ ناظرین ہے۔

گورنمنٹ انگریزی کا ملٹری ڈیپارٹمنٹ کے متعلق عجیب انتظام ہے۔ ماہواری تنخواہ جس کسی پاچھاونی سے چاہو مل سکتی ہے۔ راشن جن کے واسطے مقرر ہے جہاں سے چاہو راشن کی جگہ سے لو۔ کوئی روک نہیں۔ راشن میں ہر ایک چیز کھانے کو ملتی ہے برف سوڈا واٹر۔ ڈبل روٹی۔ دودھ۔ جیم گوشت سبزی پھل۔ دال۔ مصری نمک مرچ گرم مصالحہ۔ دیاسلائی۔ سیگرٹ وغیرہ۔ تار اس ملک میں جہاں جہاں چاہو مفت میں بھیجو۔ کوئی اُجرت نہیں۔ البتہ ہندوستان کے واسطے ۹ فی لفظ ہے۔ سوائے سنیچر کے۔ کیونکہ اس دن صرف ۲ پاسہ فی لفظ لیا جاتا ہے۔ ڈاک کا کوئی محصول نہیں۔ بغداد کے بازار لاہور کے بازاروں کی طرح بہت تنگ ہیں۔ اور بوجہ گرمی اکثر مُسقف ہیں۔ جیسا اکثر آپ نے ڈیرہ جات میں دیکھے ہوں گے۔

تین سو برس تک یہ شہر ترکوں کے قبضہ میں رہا ہے مگر اُنہوں نے ایک سڑک تک نہیں بنائی۔ (فدا ہوم رول والے توجہ کریں۔ واعظ) البتہ اس رواج کیخاطر شہر کے بیچوں بیچ ہزاروں مکان گرا کر جنکا عوضانہ ایک پیسہ نہیں دیا گیا۔ ترکوں نے ایک سڑک نکالی ہے۔ ابھی تک اُن مکانات کے کھنڈرات ویسے ہی پڑے ہیں۔ ترکوں نے بغداد سے نکلجانے سے پہلے دو روز تک بغداد کو خوب لوٹا۔ زبردستی لوگوں سے اُن کا مال چھینا۔ لوگوں نے زمین میں دفن کر کے اپنا مال بچایا۔ بہت مکانات ترکوں نے ناحق گرا دیئے گرجے جلا دیئے۔ ایک جلا ہوا گرجا میں نے خود دیکھا ہے۔ یہاں ۵۰ ہزار یہودی ہیں۔ اور ۱۰ ہزار مختلف فرقوں کے مسیحی ہیں۔ قسطنطنیہ سے حکم آچکا تھا۔ کہ ۱۲ مارچ کو بغداد میں مسیحیوں کا قتل عام ہووے۔ مگر خدا کی شان کہ وقت سے پہلے انگریزی فوجیں وہاں داخل ہو گئیں ترک بھاگ نکلے۔ اور یوں سب بچ گئے۔ آرمینیا کا ملک بغداد کے علاقہ سے ملتا ہے۔ سرحد ایک ہے یہاں ۴ مہینوں کے اندر ترکوں نے تیس لاکھ مسیحی شہید کئے ہیں (ہوم رول والے عبرت سے سیکھیں۔ واعظ) ان کے لڑکے لڑکیاں عربوں کے ہاتھ کوڑیوں کے دام بیچ دیئے جن کو اب گورنمنٹ انگریزی قیمتاً خرید کر آزاد کر رہی ہے۔ یہاں وائی ایم سی اے میں ایسے دو لڑکے ہیں۔ جن کی عمر ۱۰-۱۲ برس کی ہے۔ اُن کا باپ آرمینیا میں قتل کیا گیا۔ کسی نہ کسی طرح اُن کی ماں اُن کو لیکر کسی قافلہ کے ساتھ بغداد سلامت پہونچ گئی۔ میں نے ان بچوں سے اُن کے باپ کی بابت دریافت کیا تو وہ دھاڑیں مار مار رونے لگے جس سے میرا دل کانپ اُٹھا۔ آہ ان یتیموں کی آہ اثر نہ کرے گی؟ خوشی کی بات ہے کہ ترک جو کچھ نقصان کرنا چاہتے تھے اُنکو پورا موقعہ نہ ملا۔ خدا نے انگریزی فوجیں جلدی بھیج دیں۔ ترک ہتھیار۔ بارود۔ دیگر جنگی سامان دریا میں پھینک کر ترکدم بھاگ گئے۔

بغداد عالیشان شہر ہے۔ عمارات ایسی ہیں کہ میں نے ایسی عمارتیں نہ تو ہندوستان میں اور نہ انگلینڈ میں دیکھی ہیں۔ دریا شہر کے بیچوں بیچ بہتا ہے بڑا بارونق شہر ہے۔ کسی دن لنڈن ہو جائے گا۔ دریا کے ذریعہ تجارت ہر قسم کی ہوتی ہے کشتیاں جہاز شہر کے اندر چلے آتے ہیں۔ ہر قسم کا پھل سبزی ترکاری یہاں بکثرت ہے۔ مگر جنگ کے سبب ہر شے گراں ہے۔ مزدوری بہت زیادہ ہے۔ دھلائی فی کپڑہ ۲ حجام بصرہ میں ایک دفعہ حجامت کا ایک روپیہ لیتا ہے بغداد میں ۹ ہے۔ بڑی عجیب بات ہوئی میں نے حجام سے حجامت بنوائی۔ وہ آٹھ آنہ لیکر چلا گیا تھوڑی دیر بعد پھر آیا۔ اور نرخ آٹھ آنہ کر کر روپیہ لے گیا آٹا بازار میں ۲ سیر فی روپیہ ہے۔ باقی چیزوں کا نرخ جو پادری صاحب نے لکھا ہے کہ لٹھا ۹ گز۔ مصری ۲ سیر روپیہ کی۔ یہ تو ہندوستان کا بھاؤ ہے۔ اگر آج آپ منٹگمری ڈسٹرکٹ میں ہوتے تو آپ کو روغن تیل کا بھاؤ معلوم ہو جاتا۔

یہ ملک بہت خوبصورت ہے۔ زمین اعلیٰ درجہ کی ہے۔ چار دریا اس ملک میں بہتے ہیں۔ اگرچہ



ان میں سے نکال کر ملک سیراب کیا جاوے۔ جیسا کہ امید ہے جنگ کے بعد ایسا ہی ہوگا۔ تو یہ ملک بالکل مصر کی مانند شاداب ہو جاسکےگا۔

اس ملک میں نصرانی۔ ارمنی۔ یہودی ایک ہی قسم کا لباس پہنتے ہیں۔ اس لئے ان میں تمیز کرنا بڑا مشکل ہے البتہ عرب لوگ اُن سے عبدا لباس پہنتے ہیں۔ ایک لمبا چوغہ پہنتے ہیں صرف اپنے فرقہ کی تمیز کے واسطے سبز یا سرخ رنگ کا رومال سر پر باندھ لیتے ہیں۔

چونکہ اس ملک کی زمین اعلیٰ درجہ کی ہے۔ اور سکھوں کے بہت پسند ہے۔ اکثر فوجی سکھوں نے سرکار میں درخواستیں دینا شروع کر دی ہیں۔ کہ اس ملک میں ہم کو کھیتی کے واسطے زمینیں ملیں۔ مجھے یقین ہے کہ خدا جس قدر جلد ہی اس جنگ کو موقوف کریگا۔ ویسے ہی گورنمنٹ انگریزی اس ملک کو بہشت بنا دیگی جو جہنم کی صورت سینکڑوں برسوں سے ہو رہا ہے آپ کو یاد ہے کہ جب ہم مسلمان تھے تو ایک گیت گایا کرتے تھے۔ لڑکپن کی بات ہے۔

توں پیر تمامی پیراں دا۔۔۔۔۔+ توں۔۔۔۔
۔۔۔+ تیرے۔۔۔۔۔۔+ یا غوث الاعظم گیلانی

اُسی غوث اعظم کا مقبرہ یہاں موجود ہے۔ میں اس کے دیکھنے کے واسطے گیا۔ مگر پہرہ دار نے اندر جانے کی اجازت نہ دی۔ کیونکہ سوائے مسلمان کے کوئی اندر نہیں جاسکتا۔ دکھاں ہیں سوراجیہ والے۔ (واعظ) یہاں سے ۵ میل پر ۲ اور محمدی اماموں کے مقبرے ہیں۔ وہاں بھی میں اور پادری اسرائیل گئے تو انہوں نے پادری اسرائیل سے کہا کہ تم تو آگے عیسائی ہو۔ اندر نہیں جاسکتے۔ چونکہ میرے سر پر پگڑی تھی۔ مجھے کہا کہ تم جاسکتے ہو۔ مگر میں نے یہ کہہ کر جانے سے انکار کیا کہ میں اور یہ دونوں ایک ہیں۔

بابل یہاں سے ۶۴ میل دور ہے۔ رستہ صاف ہے۔ ہر روز یہاں سے بابل کو گاڑیاں جاتی ہیں۔ ارادہ ہے کہ کسی دن فرصت ہوئی اور موقعہ ملا تو ضرور بابل کو دیکھنے جاؤنگا۔ کربلا بھی یہاں سے نزدیک قریباً ۴۰ میل ہوگا۔ مگر وہاں جانا بہت مشکل ہے کیونکہ گورنمنٹ نے کربلا کسی مسلمان سوا کر دیا ہے۔ اور مسلمانی علاقہ میں کسی مسیحی کا جانا جان جوکھوں کا کام ہے یہ کوئی مسیحی گرجا یا سکھوں کا دربار صاحب نہیں ہے کہ جس کا جی چاہے جا کر دیکھ لے۔ افسوس ہے۔ بلکہ سخت افسوس ہے کہ ترکوں نے سی۔ ایم ایس کا ہسپتال اور گرجا دونوں برباد کر دیئے۔ گرجا تو خیر خدا کا گھر تھا اس سے تو دشمنی ہوئی۔ مگر ہسپتال نے ان کا کیا بگاڑا تھا۔ آہ کہاں ہمارے سوراجیہ والے۔ آ دیں اور امداد کریں +

پیارو ابھی میں کمزور ہوں۔ تھک گیا ہوں۔ یار زندہ صحبت باقی۔ پھر ملاقات ہوگی۔ سلام۔

واعظ۔

بجواب بھائی فیروزالدین

لوئے بلبلت اے گل چہ پسند افتد
کہ گوش ہوش بمرغان ہرزہ گو داری۔

واعظ

غزل الغزلات

باب ۱ آیت ۶ پر مسٹر خاکپائے علمائے دین مسٹر فیروزالدین (لاہور) کی خواہش کے مطابق سرسری نظر

جناب ایڈیٹر صاحب (نورافشاں)

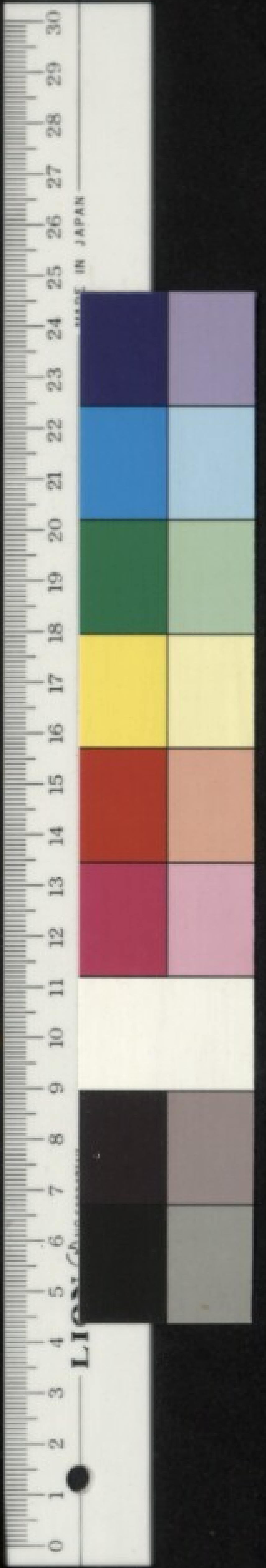
تسلیم۔ پرچہ ۳۱ اگست کا تو میری نظر سے نہیں گذرا۔ نامعلوم مسٹر واعظ صاحب نے غزل الغزلات ۶:۱ پر کیا لکھا ہے۔ شاید انہوں نے اپنے صوفیانہ خیالات کو ظاہر کیا ہوگا۔ مگر ۷ ستمبر کا پرچہ میری نظر سے گذرا جس میں مسٹر خاکپائے علمائے دین فیروزالدین صاحب نے نہ وہ جو کہ آیت مذکور کا اصل مطلب یا مقصد ہے۔ مگر اپنی عالمانہ طبیعت کی جولانی سے ایک اور ہی مطلب پیش کیا ہے۔ جو کہ واعظ بیچارے کے خیال میں بھی نہ آیا ہوگا۔ مسٹر خاکپائے علمائے دین۔ نصف آیت چھوڑ دیتے ہیں شاید یہ عالمانہ طریقہ ہو۔ پوری آیت نہیں مگر اپنے من گھڑت مطلب کے موافق لے کر نہ کہ کلام کے مطابق اپنے مقصد کا اظہار کرتے ہیں۔ مسٹر خاکپائے علمائے دین آیت کا یہ آخری حصہ لے کر کہ انہوں نے مجھ سے تاکستانوں کی نگہبانی کروائی پر میں نے اپنے تاکستان جو کہ خاص میرا ہے نگہبانی نہیں کی۔ یوں خامہ فرسائی کرتے ہیں۔ کہ اس سے مراد خادمان دین ہیں۔ بزرگان کلیسیا نے تاکستان کی نگہبانی اُن کے سپرد کی۔ اور انہوں نے اُس کی نگہبانی تو کی مگر اپنے تاکستان یعنی اپنے خاندان کی نہ کی۔ اُن کے اپنے پھل (اولاد) گندے اور بدذائقہ ہیں۔ اور اپنا روزمرہ کا تجربہ بطور ثبوت پیش کرتے ہیں۔ لیکن نہ معلوم وہ کون سے خادمان دین ہیں جو کہ مسٹر موصوف کے تجربہ شریف کے تیروں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ آیا دیسی و پردیسی دونوں یکسوں مسٹر خاکپائے علمائے دین سچ کہنا اپنی تحریر کا پاس نہ کرنا کیا آپ چند پردیسی مشنریوں کے نام بتا سکتے ہیں۔ جو آپ کے تجربہ شریف میں آچکے ہیں کہ ان کی اولاد گندے اور بدذائقہ پھلوں کی مانند ہے۔ شاید اس خیال سے آپ کا دل کانپ اُٹھیگا۔ لہٰذا ہم ان سے در گذر کر کے دیسی خادمان دین کو لیتے ہیں۔ اور پیشتر اس کے ہم یہ بتلا دینا چاہتے ہیں کہ ہر ایک شے کی کثرت لی جاتی ہو

ذکر خصوصیت کے ساتھ کوئی فرد۔ اب کیا آپ اپنے روزمرہ کے تجربہ کا روزنامچہ دکھلا سکتے ہیں۔ کہ کن کن خادمان دین کی اولاد گندے اور بدذائقہ پھلوں کی طرح ہے۔ الفاظ گندے اور بدذائقہ ایک بہت بری حالت پر عاید ہوتے ہیں جن میں کل برائیاں آجاتی ہیں۔ یہ تو کسی تجربہ شاید آپ کا ہو تو ہو۔ مگر سب کا نہیں۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ دیسی خادمان دین کے لڑکے اکثر مشن کی ملازمت نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ اپنی آزادی اور راستی کو ملازمت پر قربان کرنا نہیں چاہتے۔ خیر اب ہم آپ کے مضمون پر چند سے غور کرتے ہیں۔ پوری آیت یوں رواں ہے "مجھے مت تاکو کہ میں سیاہ فام ہوں۔ اور کہ دھوپ کی جلی ہوئی میری ماں کے بیٹے مجھ سے ناخوش تھے۔ انہوں نے مجھ سے تاکستانوں کی نگہبانی کروائی۔ پر میں نے اپنے تاکستان کی جو خاص میرا ہے نگہبانی نہ کی"۔ اولاً ہم اسکا ظاہری اور لفظی مطلب لیتے ہیں۔ بعدہٗ روحانی مطلب پر غور کرینگے "مجھے مت تاکو کہ میں سیاہ فام اور دھوپ کی جلی ہوئی ہوں" یعنے متکلم یوں گویا ہے۔ کہ مجھے مت تاکو کہ میں سیاہ فام دھوپ کی جلی ہوئی یعنی سیاہ رنگ بدصورت یعنی کے بدصورت اور دیکھنے کے لائق نہیں۔ اور اپنی رنگت کے بگڑ جانے اور سیاہ فام ہو جانے کا سبب یہ بتلاتی ہے کہ میں دھوپ کی جلی ہوں اور دھوپ میں رہنے کا سبب یوں بیان کرتی ہے کہ میری ماں کے بیٹے مجھ سے ناخوش تھے انہوں نے مجھ سے تاکستانوں کی نگہبانی کروائی۔ لفظ کروائی حکم پر دلالت کرتا ہے۔ چونکہ تاکستان بہت تھے کیونکہ لفظ تاکستانوں آیا ہے۔ اس واسطے ایک سے دوسرے کی طرف پھرتی اور دوڑتی رہی چونکہ وہ مجھ سے ناخوش تھے۔ اور انہوں نے دوسرے تاکستانوں کی مجھ سے نگہبانی کروائی۔ اس لئے میں نے اپنے تاکستان کی جو خاص میرا ہے۔ نگہبانی نہ کی۔ کیونکہ دوسرے کاموں کی کثرت کے باعث کر نہ سکی۔ اب ہم مسٹر خاکپائے علمائے دین مسٹر فیروزالدین (لاہور) سے پوچھتے ہیں کہ وہ ماں کے بیٹے کون تھے جو کہ ناخوش تھے۔ کیا آپ کے خیال مبارک کے مطابق بزرگان کلیسیا۔ جنہوں نے کہ بسبب ناخوشی خادمان دین کو مقرر کرکے تاکستان ان کے سپرد کئے۔ آپ کے خیال مبارک کے مطابق خادمان دین بنا اسباب کا ثمرت ہے کہ بزرگان کلیسیا ان سے ناخوش ہیں۔ اور ان کی ماں کے بیٹے جن کو آپ بزرگان کلیسیا سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ان ہی کی ناخوشی سے وہ اپنے تاکستان کی راکھی نہ کر سکے یہ خادمان دین کا تو قصور نہ ہوا بلکہ ان کی ماں کے بیٹوں کا ہو کہ آپ کی تفسیر کے مطابق بزرگان کلیسیا ہیں۔ ہم مسٹر خاکپائے علمائے دین مسٹر فیروزالدین (لاہور) کے تہ دل سے شکرگزار ہیں کہ جو بات مصنف کتاب اور رسولوں سے بھی پوشیدہ رہی اُن کے وہم و خیال میں بھی نہ آئی وہ مسٹر موصوف کی باریک بین نظر نے ظاہر کر دی۔ کیوں نہ ہو۔ پھر بھی تو آپ خاکپائے علمائے دین ہیں۔ دوسرے پہلو پر ہم پھر غور کریں گے والسلام۔ راقم کیمون بٹا شگمو متخلص بہ ترانہ۔ از تیوکی۔ ضلع لاہور

بابو

(اڈیٹر نامہ نگار کی رائے کا ذمہ دار نہیں۔ اڈیٹر)

ہمیں اس لفظ کی تواریخ معلوم نہیں کہ یہ کب نکلا اور کن لوگوں نے ابتداً اسکا استعمال کیا اور کن لوگوں کے لئے یہ خاص لقب مقرر ہوا ہے نے متفق ہیں کل ہندوستان کی سیر کی علاوہ اس کے انگلستان اور کچھ عرصہ عرب کو بھی دیکھا۔ کلکتہ سے پنجاب و پشاور تک اور مصر کے سارے علاقے کو ہوتے ہوئے چلے جایئے ہر کہیں کے یہ جلد زُرک زبان ہے۔ کہ جہاں کسی کو شائستہ لباس میں دیکھا بے ساختہ بابو کے نام سے مخاطب کر دیا۔ بنگالیوں کو یہ لفظ نہایت مرغوب ہے۔ اُن کے حسب حال بھی ہے۔ اور موزوں بھی ہے۔ پر اسکا اس کثرت سے استعمال ہوا کہ بلا لحاظ قوم و مذہب و طرز لباس خواہ کوئی ہندو ہو یا مسلمان عیسائی ہو یا کوئی ہو بابو کے خطاب سے بچ نہیں سکتا کبھی کبھی کسی یورپین صاحب کو نقل صاحب سمجھ کر اس کو بابو کے لقب سے محروم نہیں رکھتے۔ فرض کیجئے کہ اگر ایک شخص دھوتی پہنے گلے میں مالا ڈالے کمبل لئے کھڑاؤں پر چلتا ہوا آجائے اور آپ اُس سے مخاطب ہوں کہ آیئے جناب مولانا یا کوئی شخص خرمی پاجامہ پہنے انگرکھا اشیروانی زیب تن کئے۔ بڑا سا سر پر عمامہ باندھے تسبیح و عصا ہاتھ میں لئے آپ کے سامنے آجائے اور آپ اُس سے کہیں کہ آیئے مہاشے پنڈت جی مہاراج تو لوگ سمجھیں گے کہ آپ نے اُس شخص کی تضحیک کی۔ تو کیا حسب ظاہری امتیاز کے لئے بابو مخصوص ہے تو چاہیے کہ اس امتیاز سے ہم کام لیں عیسائیوں میں تو یہ لقب عام ہے جو انہیں ان کی عزت افزائی کے لئے کسی زمانہ میں ملا تھا۔ مگر اب وہ اس سے متنفر ہوتے جاتے ہیں جوں جوں ترقی کرتے جاتے ہیں پر وہ لقب اُن کا پیچھا نہیں چھوڑتا اس کی ایک اور وجہ بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی غیر اقوام میں سے مسیحی ہو جاتا ہے تو اس کا نام نہیں بدلتے یا بدلتے ہیں تو اس طرح کہ ایک دوسرا نام برائے نام دیتے ہیں جس کو بعد میں کوئی استعمال نہیں کرتا۔ پھر وہ خواہ کیسے ہی ڈھ





عہد سے پر ممتاز ہو جائیں۔ وہ نیا نام بمنزلہ اقتباس ترک نام دیتا ہے پر مروج نام جو پہلے ہمارے مرتے دم تک قائم رہتا ہے۔ جب وہ انگریزی لباس فاخرہ پہنکر نکلتے ہیں اور لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ کون صاحب ہیں تو بتلایا جاتا ہے کہ یہ پنڈت جگناتھ یا مولوی فخر الدین صاحب ہیں۔ تو عوام سمجھ لیتے ہیں کہ بس یہ بابو ہیں۔ پھر جب کبھی ملے تو دور ہی سے جناب بابو صاحب یا پنڈت جی صاحب یا مولوی صاحب کو آداب عرض ہے۔ بعض ابتک اپنے آبائی لباس کے مقلد ہیں۔ تبدیل لباس کو کفر جانتے ہیں۔ اور نام تبدیل کرنے کی قسم ہے۔

بعض مشنری صاحب اس طریق کو بہت پسند کرتے ہیں کہ نام و لباس تبدیل نکرایا جائے۔ بلکہ اس رائے کے خلاف ورزی پر یہ شعر سنایا جاتا ہے۔ کہ

بھیس بدلا کیا ہوا دل کا بدلنا چاہیئے۔

پر دوسرا شعر جو غور طلب ہے اس پر توجہ کم ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ

ایک دو باتیں نہیں بالکل بدلنا چاہیئے۔

بالکل سے مراد اگر عیسائی ہو تو عام عیسائی لباس عیسائی نام عیسائی طرز عیسائیوں سے صحبت عیسائیوں کا طرز رکھو۔

حیدر آباد میں ایک عیسائی صاحب ایک عرصہ دراز سے کسی مشنری صاحب کے ساتھ مسلمانوں میں بشارت کا کام کیا کرتے تھے۔ اُن کا نام و لباس تبدیل نکیا گیا تھا۔ اور نہ ان کی طرز معاشرت میں کوئی تبدیلی واقعہ ہوئی تھی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ یہ ایسے سرگرم ہیں کہ پولس رسول کی طرح یہودیوں میں یہودی بنا تاکہ انکو نفع میں پاؤں یا مسیح کے پاس کھینچ لاؤں کے مصداق تھے۔ یہاں تک کہ جمعہ کو مسجد میں شریک نماز تک ہو جاتے تھے۔ پر کسی حضرت نے پوست کندہ کر کے بتلا دیا۔ جس سے اُن کی اندرونی صورت ظاہر ہو گئی۔

عیسائی عام لباس سے ہر شخص بلا وقت پہچان سکتا ہے۔ کہ یہ عیسائی ہے پر اور لباس پہنے ہوئے شخص کو عیسائی غیر سمجھتے رہیں اور غیر اقوام اپنا ہم قوم تا وقتیکہ کوئی مرتد گنہگار یا واقفیت کا نہ ہوئے وہ اس ظاہری غلاف میں پوشیدہ رہتے ہیں۔ اس سے بڑی بڑی قباحتیں لازم آتی ہیں۔

خداوند یسوع مسیح نے اپنے شاگردوں کے نام تبدیل کر دیئے۔ پُرانے بزرگوں نے اپنی اولاد کو اُس کی آئندہ حالتوں کے موافق نام دیئے ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم اپنی اولاد کو پاک بائبل کے بزرگوں کو اچھے اور عمدہ نام دیں یا مشہور دانا و عاقل لوگوں کے نام انتخاب کر کے اُس نام سے پکاریں۔ جس کا جس قدر جو ہو اُسی نسبت سے اُس سے مخاطب ہوں۔ مبالغہ نکریں اور نہ کوئی بات چھپائیں۔ اس سے ہماری قوم اور ہمارا مذہب صاف آشکارا ہو گا۔ اور ہم مسیح کی گواہی اپنی زبان حال و زبان قال سے دے سکیں گے۔ (جے۔ بی۔ ایل از جبلپور)

ایک محمدی کا مسیحی ہونا

معزز ناظرین نور افشاں! آپکو ایک خوشخبری دیجاتی ہے کہ مورخہ ۹ جولائی ۱۹۱۶ء کو ایک محمدی بنام عاشق حسین نے خداوند مسیح کے گلہ میں شریک ہونے کا اقرار کیا۔ لہٰذا تاریخ مذکورہ بالا صبح ۸ بجے پادری منگا د صاحب نے اصطباغ کے ذریعہ خداوند کی ظاہری کلیسیا میں شریک کیا۔

آپ ایک شریف خاندان کے ہیں۔ قصبہ قائم گنج کے رہنے والے اور قومیت کے لحاظ سے سید ہیں۔ آدھ وقت مُل پاس اور سروے پیمائش کے کام میں مشتاق ہیں۔ ڈرائینگ اور نقشہ کشی میں اعلےٰ درجہ کی مہارت ہے۔ مکانات کے نقشے لوگ بنوانے آتے ہیں۔ ایسے پولیس میں ملازم اور مشنری کی طرف سے بے فکر ہیں۔ ایک ہونہار دہقان نوجوان ہیں۔ آپ بہت دنوں سے متلاشی تھے۔ لیکن مشکلات پر غالب نہ آتے تھے۔ لیکن خدا کا شکر ہوا کہ اُس نے کمترین کی بڑی مدد کی۔ جو کچھ کام یا کلام اُن کی خاطر کیا گیا اُس پر برکت بخشی۔ ایک دن برادر عاشق حسین نے خواہش ظاہر کی کہ بپتسمہ دیا جاوے۔ لیکن صبح کو انہیں ایک کتے نے کاٹ لیا حیران ہوئے۔ سرکار نے کسولی بھیجا۔ وہاں میرا ایک رشتہ دار مسٹر جنی لال جو بحیثیت مشن کیطرف سے کام کرتے ہیں اُنھوں نے انکی بڑی مدد کی اور کلام سنایا اور تسلی دی۔ اب آپ نے خداوند مسیح کا اقرار کیا۔ اور درخواست کی کہ اب سے میں بجائے عاشق حسین کے عاشق مسیح ہوں۔ بلکہ وہ مسیح کے سچے عشق میں ہو کر اپنی عمر کو گذاریں۔ آپ سب بھائیوں سے درخواست ہے کہ انکی مدد کریں اور کسی قسم کی مدد کی ضرورت نہیں۔ صرف دعا کے ذریعہ سے تاکہ شیطان اُنکو چھین نہ سکے۔ راقم نظیر حسین تاسقام پاسٹر ایٹہ چرچ۔

دستور العمل نورافشان

قیمت سالانہ اہل شہر سے بغیر محصول ڈاک عہ

ہندوستان و پنجاب سے ے

غیر ممالک سے ۱۳ ے

قیمت ہر حالت میں پیشگی لیجاوے گی ۔

شرح اجرت اشتہارات

مقدار اشتہار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
کالم کا آٹھواں حصہ	۸/	ے	لعہ
چوتھائی کالم	ے	لعہ	عہ
نصف کالم	لعہ	عہ	صہ
پورا کالم	عہ	صہ	صہ
پورا صفحہ	صہ	صعہ	ماصہ

ہر ایک دفعہ کے لئے فی سطر ۳ اور ایک روپیہ سے کم کسی اشتہار کے لئے نہ لیا جاویگا ۔

نوٹ ۔ نامہ نگار اپنی تحریروں کے آپ ذمہ دار ہیں ۔

پادری ای ۔ ایم ویری صاحب ڈی ڈی ایڈیٹر و منیجر نورافشاں کے لئے مشن سٹیم پریس لودیانہ میں باہتمام ... برادرز چھپا ۔